ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

**بشریٰ معروف**

اسکالر پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

**ڈاکٹر محمد الطاف یوسفزئی**

صدرِ شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

# مختار مسعود کے ہاں فلیش بیک 'لوح ایام اور حرف شوق' کے تناظر میں

**Bushra Maroof***
PhD scholar, Department of Urdu, Hazara University Manshera.
**Dr.Muhammad Altaf Yousafzi**
Head, Department of Urdu, Hazara University Manshera.
***Corresponding Author:** bushraraja32@gmail.com

## Mukhtar Masood's flashback in the Context of 'Louh Ayam Aur Harf Shoq'

The techniques of flash back in Urdu Literature are the most successful description is its physical qulity as it takes the audience back to the past world.It is a technique that brings back the episodes or events that have already occurred. Mukhtar Masood success fully exploited the flash back technique in his travelogues When a character in a story thinks about the present and feels like they are in the past and tries to connect the two times, it is called a flashback." "Luh-e-Ayam" is Mukhtar Masood's third important creation that brought him to the top. Harf Shoq is the fourth and final book by Mukhtar Masood. In Mukhtar Masood's travelogue, the past and the present walk side by side. The traveler's eyes remain focused on the events happening around him and his mind keeps turning the pages of the past, watching the processions there. And when he has seen the processions of the past, the processions of his homeland appear clear and distinct to him.

**Key Words:** *Literature, techniques, flash back, physical, qulity, travelogue.*

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

تکنیک یونانی لفظ "Technicus" سے نکلا ہے جو انگریزی سے اردو میں آیا ہے ۔ تکنیک یونانی لفظ Takne سے اخذ شدہ ہے۔اس کے معانی فن کے ہیں۔تکنیک کو فنی تخلیق اور سائنسی عمل کی تکمیل کا طریق کار بھی کہا جاتا ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر تنقیدی (توضیحی) لغت میں لکھتے ہیں:

"ادب اور فنون لطیفہ میں مواد کی پیش کش کا طریقہ تکنیک کہلاتا ہے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے درازی کپڑے کاٹ کر ان کو خاص صورت دیتا ہے۔تکنیک کے ذریعے ہی کسی صنف کو خاص صورت دے کر اس کو کوئی خاص نام ملتا ہے۔"(۱)

فلیش بیک میں ادیب ترتیب توڑ کر ماضی میں چلا جاتا ہے اور ماضی کو حال کے ساتھ جوڑ کر بیان کرنا فلیش بیک کا بنیادی کام ہے فلیش بیک تخلیق میں شعوری طور پر بھی آ سکتا ہے لیکن اس کے استعمال کا مزہ تب ہی آتا ہے جب یہ لاشعوری طور پر تخلیق میں شامل ہوتا ہے ایک لکھاری تسلسل اور روانی کے ساتھ حال میں اپنے واقعات بیان کرتے کرتے ماضی میں چلا جاتا ہے اس کی سوچ ماضی میں چلی جاتی ہے جب کہ وہ بیٹھا حال میں ہوتا ہے۔فلیش بیک تکنیک انگریزی ادب سے اردو میں آئی ہے جس پر سندی و غیر سندی تحقیقی کام کرتے وقت انگریزی سے حوالہ جات لیے جاتے ہیں۔اردو زبان کی مختلف تحقیقی کتب میں اس اصطلاح کی تعریف یوں ملتی ہے۔:

"جب کہانی میں کوئی کردار حال کو سوچ کر ماضی میں خود کو محسوس کرے اور دونوں زمانوں کو جوڑنے کی کوشش کرے تو اسے فلیش بیک کہتے ہیں"۔(۲)

"لوحِ ایام" مختار مسعود کی وہ تیسری اہم تخلیق ہے جس نے انھیں بام عروج بخشا۔اس کا سن اشاعت ۱۹۹۶ء ہے۔ دیگر کتب کی طرح مختار مسعود کی اس کتاب میں بھی تاریخی شعور کے ساتھ ساتھ سماجی شعور موجود ہے۔ مختار مسعود کی ہر کتاب کا انتساب منفرد حیثیت کا حامل ہوتا ہے ۔ اس کا انتساب انھوں نے "چراغ" اور "دریچے" سے موسوم کیا ہے۔اس بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ چراغ جو اندھیروں کو ختم کرے گا، جس سے روشنی ہی روشنی ہو گی ۔روشن مستقبل کی طرف کھلنے والے دریچے سے تازہ ہوا آئے گی اور نئے جہانوں کی خبر دے گی۔"لوحِ ایام" مختار مسعود کے ایران کے قیام کے دوران ان کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۲ء چار سالہ مدت میں مختار مسعود تہران میں آر۔سی۔ڈی کے سکریٹری جنرل تعنیات ہوئے اور اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اسی قیام کے دوران انھوں نے "لوح ایام" لکھی۔مختار مسعود نے یہ سارے منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ "لوح ایام" ان کی ڈائری کے وہی اوراق ہیں جو کہ ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۲ء کی ایران (تہران) کی یادیں ہیں۔یہ تصنیف

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

انقلابِ ایران کے ساتھ ساتھ مختار مسعود کے بالیدہ سیاسی شعور کی نمائندہ کتاب ہے۔ جس میں ایران کی تہذیب و تمدن اور سیاسی فکر کا انتہائی غیر جانبدارانہ طور پر تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ کتاب میں سائرس دی گریٹ، ایران اور برطانوی ہندوستان کے تعلقات، مسلم یونیورسٹی اور علی گڑھ تحریک، دادی ان کی زندگی کا حوالہ، اشوک کا تذکرہ، ایرانی بادشاہوں کا تذکرہ، شہنشاہ ایران کی پاکستان آمد، انقلاب ایران کے حالات، آیت اللہ خمینی، تیل کا عالمی بحران،ء مارشل لا کا نفاذ، خطاطی، نقش کہن، سوٹ کیس کا تالا، کشمیری رنگ روپ والا نوجوان، 1964ء کے صدارتی انتخابات، مشرقی پاکستان میں اکادمی کے ساتھیوں کا تذکرہ، پاکستانی اور ایرانی ادیبوں کا موازنہ، انقلاب ایران کا پاکستانی حالات سے موازانہ، مصر میں مملوک حکرانوں کی موت کا قصہ، مصطفیٰ کمال پاشا کی اصلاحات، خواجہ حسن نظامی اور آخری مغل بادشاہ، نئے نام اور پرانی تصویریں کے علاوہ کئی اور عنوانات بھی شامل ہیں۔

مصنف نے اپنی تحریر میں سائرس کا ذکر بھی کیا ہے۔ سائرس ایک عظیم آدمی تھا۔ قران مجید میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ مصنف سائرس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "تاریخ میں اس کے تمام نام محفوظ ہو گئے۔ سائرس خورس، خورش، کیفرو کوروش، مولانا ابوالکلام آزاد کے خیال میں قرآن مجید میں ذوالقرنین کے لقب سے یاد کیا جانے والا کردار سائرس ہی ہے۔ بعض لوگوں کی عظمت کے سامنے ان کے ناموں کی اہمیت بھی کم پڑ جاتی ہے۔ اسی لیے نام کے ساتھ اعظم، عظیم یا کبیر جیسے لاحقے لگا کر کمی دور کی جاتی ہے۔ ایران میں موجودہ وقت میں اسے کوروش کبیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ باقی دنیا اسے سائرس دی گریٹ کے نام سے جانتی ہے۔"[۳]

مصنف نے اپنی تحریر میں ایران اور برطانوی ہندوستان کے تعلقات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس میں مصنف ماضی میں ہوئے واقعات بیان کرتے ہیں۔ مصنف نے ایرانی طعام کا برطانوی ہند سے تعلق بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے:

> ”دہلی پہنچتے ہی ایرانی وفد نے ہندوستان کی عظمت کو سلام کیا۔ پور داؤد، جن کے متعلق مشہور ہے کہ اچھے بھلے شعر کہہ لیتے ہیں نے بغیر کسی پس و پیش کے یہ کہا کہ اقبال مقامی شاعر اور ٹیگور ایک عالمی پایہ کا ادیب ہے۔ پور داؤد کے بیان سے کچھ ایسا تاثر ملتا تھا کہ وہ پاکستان کے مطالبہ اور مسلم لیگی سیاست کو درست اور توجہ کے قابل نہ سمجھتا تھا"۔“[۴]

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

مصنف نے فلیش بیک کے ذریعے ایران کی مختلف سرکاری و غیر سرکاری شخصیات سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ایران میں انقلاب آنے سے پہلے کے حالات و واقعات کی خوب صورت انداز میں تصویر کشی کی ہے۔

تحریک علی گڑھ سے "لوح ایام" تک کا سفر مختار مسعود کی زندگی کے تمام تر تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہے۔ علی گڑھ تحریک، تحریک آزادی اور پھر پاکستان کا قیام مختار مسعود نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا اور پھر اس تمام قصے کو قلم کے سپرد کر دیا۔ مختار مسعود تحریک علی گڑھ اور انقلاب ایران کو نہ صرف آپس میں جوڑتے ہیں بلکہ ان کا تقابل بھی پیش کرتے ہیں۔

> "مختار مسعود ۱۹۷۸ء میں چار سال کے لیے علاقائی تعین تنظیم کے جنرل سیکرٹری مقرر ہو کر ایران تعینات ہوئے۔ اس عرصہ میں ایران انقلاب کی تحریک جوبن پر تھی۔ اس انقلاب کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تاریخ کا یہ دیوان اس لیے بھی خوش تھا کہ پاکستان کی تحریک کے بعد وہ ایک بار پھر تاریخ بنتے دیکھ رہا تھا۔ "لوحِ ایام" اسی عرصہ کی روداد ہے۔ آخر کار شاہ ایران بھاگ گیا اور آر۔ سی ڈی نئی انقلابی حکومت کے ہاتھوں ۱۹۷۹ء میں تحلیل ہو گئی۔"(۵)

مصنف اپنی تحریر میں اپنی دادی کا ذکر بھی چھیڑتے ہیں۔ مصنف کی دادی انھیں بچپن میں بادشاہ کی کہانی سنایا کرتی تھیں۔ اس کہانی میں دادی کس بادشاہ کا ذکر کرتی تھیں مصنف نے اس بادشاہ کو اپنی تحریر میں بڑی ہی خوب صورتی اور افسانوی انداز میں پیش کیا ہے:

> "میری زندگی میں کل چار بادشاہ داخل ہوئے۔ پہلا دادی اماں کی کہانیوں میں ملا۔ دوسرا شعر و ادب میں، تیسرا تاریخ کے اوراق میں اور چوتھا مال روڈ پر۔ پہلے بادشاہ سے میری ملاقات بہت سرسری رہی۔ اب بس اتنا ہی یاد ہے کہ وہ خدا ترس تھا۔ بیٹے بیٹیاں نیک اور فرمانبردار تھے۔ اس کے عہد میں شیر اور بکریاں ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ ایک احساس یہ بھی ہے کہ کہانی سنانے والی دادی اماں کی نظر میں اس کا اپنا بیٹا بادشاہ اور پوتا شہزادہ ہوتا ہے اس لیے وہ شاہی خاندان کی خوبیاں بڑے چاؤ سے بیان کرتی ہیں۔"(۶)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

مصنف نے اپنی تحریر میں نیک اور رحم دل بادشاہ اشوک کا ذکر بھی کیا ہے۔ مصنف نے اشوک کا کردار بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اشوک اپنی نرم دلی اور نیکی کی بدولت تاریخ میں سنہری الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے مصنف نے بھی اس بادشاہ کے کردار کی مثبت خوبیوں کو اپنی تحریر میں اجاگر کیا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

> "اشوک کو تاریخ میں ایک عظیم مگر نیک اور پارسا راجا کی حیثیت حاصل ہے۔ رحم دلی کا یہ عالم کہ اس کی سلطنت میں جانور کو مارنا ناقابل معافی جرم تھا۔ جانور کے خون پر قتل کا مقدمہ چلایا جاتا تھا۔ نرم دلی اتنی کہ جب کلکتہ کی لڑائی میں فتح حاصل کی تو ہارنے والی فوج کی تباہی اور بربادی سے غمزدہ ہو کر اس نے اپنی وسیع و عریض سلطنت کی توسیع کا کام فوراً بند کر دیا۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ نیکی اور پارسائی سے اچانک ہٹ جانے سے سات لاکھ فوجی بے روزگار، دس ہزار جنگی رتھ ناکارہ اور نو ہزار سدھائے ہوئے ہاتھی آوارہ ہو جائیں گے۔"[۷]

علاوہ ازیں مصنف نے تصنیف میں تین ایرانی بادشاہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان بادشاہوں نے اپنے دور حکومت میں عدل وانصاف کی انوکھی مثالیں قائم کی ہیں۔ مصنف نے ان بادشاہوں کا تذکرہ عدل وانصاف کی فراہمی کی بدولت ہی چھیڑا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

> "ایران کے تین بادشاہوں نے عدل انصاف کے سلسلے میں اپنے اپنے زمانہ میں شہرت حاصل کی۔ نوشیر وان، کیقباد اور کمبوجیہ۔ نوشیر وان عادل اور اس کے اداشناس وزیر کی گفتگو اور جنگل میں شب بیدار پرندوں کا خانگی مکالمہ بہت مشہور ہے مگر دوسرے بادشاہوں کے عدل کا قصہ تاریخ کے گمشدہ اوراق میں درج ہے۔"[۸]

مصنف نے اپنی تحریر میں شہنشاہ ایران کی پاکستان آمد کا تذکرہ بھی کیا ہے مصنف لکھتے ہیں:

> "کراچی سے شہنشاہ ایران مشرقی پاکستان گئے اور وہاں کا دورہ مکمل کرنے کے بعد چاٹگام سے سیدھے لاہور آئے۔ گورنر جنرل ناظم الدین ہمراہ تھے۔ وزیراعظم لیاقت علی خاں اور گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے جاۂ جہازی پر استقبال کیا۔ گورنر کے سیکرٹری غیاث الدین احمد اور ملٹری سیکرٹری میجر وبن رائٹ سے ہاتھ ملانے کے بعد فوجی دستہ کی سلامی پریڈ دیکھی۔ اس کے بعد معززین سے تعارف ہوا۔"[۹]

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

مختار مسعود اس طرح سے اردو زبان و ادب کی اساطیری کہانیوں اور شاعری کے بادشاہوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مصنف نے فردوسی کے شاہنامہ، خاقانی کے قصائد، غالب کی رباعی، اقبال کی مثنوی کا بادشاہ اور پھر کلام اقبال کے مختلف بادشاہوں کا تذکرہ عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ باب "فرد جرم" ان الزامات اور ظلم و ستم کی داستا ہو شاہ ایران کے زمانے میں عوام ایران کو جھیلنے پڑے۔ ساواک ظلم و ستم، شاہ، شہزادی فرح اور ملکہ اشرف کی نجی مصروفیات اور انقلاب راہنمائی کا ذکر بھی موجود ہے۔ آزادی کا خون آلود سفر قائداعظم کی جدوجہد اور کردار اور آزادی کے بعد کی یہ صورت حال ہے مصنف نے ایران کے انقلابی راہنما آیت اللہ خمینی کی ۱۴ سال ۳ ماہ کی جلاوطنی کے بعد واپس ایران میں ان کی آمد کی تصویر کشی، روداد اور منظر کشی بڑے خوب صورت انداز میں کی ہے۔ مختلف واقعات کی مناسبت سے یہ مناظر چار عنوانات میں تقسیم ہیں۔ بازگشت، خانہ جنگی، خوف اور خون اور فرد جرم اس کے چار ذیلی عنوانات ہیں۔ بازگشت میں آیت اللہ خمینی کی ایران واپسی کا انتظار جوش، ولولہ اور عوام کے اژدھام کا ذکر ہے جو اپنے محبوبِ قائداعظم کو خوش آمدید کہنے کے منتظر ہیں۔

> "پاکستان میں ہر بڑی سیاسی تحریک نے اپنے نعروں میں وزن پیدا کیا اور انھیں طرح طرح کے القاب سے یاد کیا۔ مولوی پٹاس، ہلچل، مولانا للکار، ملا شوباز، بمبار خان، زور و شور خان اور مرزا ایٹم بم اس معاملے میں اہل ایران برعظیم کے گھاگ نعروں کا مقابلہ نہیں کر سکے۔"(۱۰)

مصنف نے اپنی تحریر میں تیل کے عالمی بحران کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ مصنف نے یہ اس دور کا واقعہ بیان کیا ہے جب پوری دنیا میں تیل کی قلعت تھی۔ اس دور میں ہر ملک تیل نہ ہونے کی دہائی دے رہا تھا۔ مصنف لکھتے ہیں:

> "جب میں ایران آیا تھا تو دنیا تیل تیل پکار رہی تھی۔ جاپان جیسا ترقی یافتہ ملک، پاکستان جیسا ترقی پذیر ملک، جہاز، ریل اور موٹروں والے سب اس چیخ و پکار میں شامل تھے۔ جیسے دنیا کو اس کے علاوہ اور کوئی غم نہ ہو۔ اب جو میں ایران سے رخصت ہو رہا ہوں تو ساری دنیا اسلام اسلام، خطرہ خطرہ پکار رہی ہے۔ امریکہ، یورپ، اشتراکی روس، اسرائیل اور بھارت سب شور مچانے میں مصروف ہیں۔ کچھ آوازیں بلند ہیں کچھ پست۔ یہ جو زیر لب اس خطرے کا ذکر کر رہے ہیں وہ زیادہ خطرناک ہیں۔ وہ اسلام کا راستہ روکنے کے لیے بڑی طویل منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔۔"(۱۱)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25



مصنف نے اپنی تحریر میں مارشل لا کے نفاذ کا واقع بھی بیان کیا ہے۔ یہ واقع بیان کرتے ہوئے مصنف قاری کو حقیقتاً ۱۹۸۵ء میں نافذ ہونے والے مارشل لا کے دور میں لے جاتے ہیں۔ مصنف نے اس قدر خوب صورتی کے ساتھ اس واقع کو بیان کیا ہے کہ پڑھتے وقت قاری کے سامنے سارا واقع ایک فلم کی مانند چلنے لگتا ہے۔ مصنف بیان کرتے ہیں:

"یہ ۱۹۷۸ء کا گرم دن سہ پہر کا وقت، مئی کا مہینہ، بے یقینی کا زمانہ، جمہوری سیاست کی ایک بار پھر نامرادی مارشل لا کا ایک بار پھر تجربہ کرتے ہوئے معیاد مٹتی ہوئی روایات، انتظامیہ کا زوال۔۔۔۔ میں انتظامیہ کا ایک رکن ہوں اور پہلی صف میں وہاں کھڑا ہوں جہاں سورج ہمیشہ سوا نیزے پر ہوتا ہے۔ گرمی سے تنگ آکر میں ٹیرس پر ٹہل رہا ہوں۔ نظریں بے اختیار اور بار بار مارگلہ کی پہاڑیوں کی جانب اٹھ رہی ہیں جس طرح اس عمل سے آنکھیں ٹھنڈی پڑ جائیں گی۔" (۱۲)

مصوری اور فنِ خطاطی پر مصنف نے خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور ان علوم و فنون کا دوسرے ممالک سے موازانہ بھی پیش کیا ہے اور ساتھ میں دیگر ممالک مین ان فنون لطیفہ کی صورت حال کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ ایران کے مختلف اور مشہور و معروف خطاطوں سے ملنے اور مقاصد کے حصول کے لیے مختلف اسفار کا تذکرہ موجود ہے۔ رضامانی کو دور حاضر کا مشہور مصور و خطاط قرار دیا ہے۔

"یہ وہ دن تھے جب بہاولپور آرٹ کونسل کے زیر اہتمام نگار خانہ خطاطی کے نام سے ایک نمائش ہوئی تھی۔ خطبہ استقبالیہ کے لیے چند کتابی حوالوں سے رجوع کیا ان سے متاثر ہو کر میں نے خطاطی کے بارے میں باقاعدہ تحقیق شروع کر دی۔ اس سلسلے میں سن ساٹھ کی دہائی میں پاکستان کے بہت سے کاتبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ گھر بیٹھک چوبارا، دکان، کھوکھا، چھاپہ خانہ، ورک شاپ میں جگہ جگہ ان کی تلاش میں پھرتا رہا۔ کہاں احصائی اور رضامانی کا خوشنما فلیٹ اور کہاں لاہوری دروازوں کی ٹوٹی ہوئی سیڑھیوں اور پھٹی ہوئی دیواروں والی شستہ حال بیٹھک کا تباں میں کراچی میں یوسف دہلوی سے ملنے گیا وہ کپڑے کے تھوک بیوپاریوں کے درمیان ایک چھوٹی سی دکان پر بیٹھ کر کتابت کیا کرتے تھے۔ یہ وہی یوسف

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

دہلوی ہیں جن کی خطاطی نئ کرنسی نوٹ پر عبارت تحریر کرنے کے لیے منتخب کی گئی اور ریڈیو پاکستان کے تغرے کی صورت میں آج بھی آنکھوں میں بسی ہوئی ہے۔"(۱۳)

مصنف نے ایران میں گھر کی تلاش میں خاصی محنت کی۔ اسی دوران اس کے ساتھ کئی دل چسپ واقعات رونما ہوتے ہیں۔ انھی میں سے ایک واقعے کے ضمن میں مصنف ایک بات پھر فلیش بیک کا سہارا لیتا ہے۔

""اسی دوران مجھے ابن حسن برنی کا ایک تبصرہ یاد ایا۔ ایک دن موج میں تھے اور معاشرے کی ان کمزوریوں کا حال سنا رہے تھے جن پر عام طور پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ بولے یہ پاکسانی بھی کیا سادہ لوح ہیں ساری قوم کے سمسونائٹ مرکہ سوٹ کیس اور دستی بیگ کے نمبروں والا تالا ۷۸٦ پر کھل جاتا ہے۔ ان لوگوں کو ترکیبی تالے کے استعمال کی ترکیب بھی نہیں آتی۔ اور ہندسوں کی ادل بدل سے جو سیکڑوں بل کہ ہزاروں نئے نمبر بنتے ہیں وہ ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔"....(۱۴)"

تہران میں وقوع پذیر مظاہروں اور جلوسوں کا تذکرہ کر کے مصنف کو پاکستان کی یاد آتی ہے۔ جب انسان اپنی ذات کے ہر پہلو سے شناسا ہو جاتا ہے تو اسے عجیب سی لذت ملتی ہے یہ ایک نشہ ہو تا ہے اور پھر یہ عادت عمر بھر نہیں جاتی۔

" ایک جانی پہچانی صورت نظروں میں پھرنے لگی۔ رنگ روپ کشمیری۔ ہٹ وہی جو ایک بٹ میں ہونی چاہیے۔ خاکسار مگر وہ انکساری والا نہیں بل کہ بیلچہ بردار، غصیلا اور جاں باز۔ ایک زمانے میں مال روڈ پر جو احتجاجی جلوس بھی نکلے یہ من چلا سر کش اس کی پہلی صف میں پایا جاتا۔ گرجتا برستا۔ گردن کی رگیں پھول جاتیں۔ مارنے مرنے کے لیے تیار۔ سرخ و سپید چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو جاتا۔ جب بات بڑھ جاتی تو وہ سینے پر ہاتھ مارتا قمیص کے بٹن کھولتا دامن چاک کرتا۔ اور کہتا لو گولی مارو۔ ہمت ہے تو چلاؤ بندوق۔ سالہا سال یہ بے ٹکٹ ناٹک مال روڈ کے بیچوں بیچ ہر احتجاجی جلوس میں کھیلا گیا۔"....(۱۵)

جستجو اور گفتگو میں مصنف نے تہران کے مختلف اعلیٰ سرکاری و غیر سرکاری شخصیات کا ذکر بڑے خوب صورت انداز میں کیا ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ میرے پاؤں میں چکر ہے۔ ضرورت اور ضابطے کے تحت مجھے آٹھ دس وزارت خانوں اور پندرہ بیس سفارت خانوں کے دروازوں سے ان سے تعارفی اور رسمی ملاقاتوں کے لیے دستک

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

دینی ہے۔ دفتر نے مجھے تہ کیے ہوئے چار لمبے کارڈ فراہم کیے جو میری مشغولیت کے بارے میں ہیں۔ اس بارے میں مصنف نے لکھا ہے:

> "ہفتہ کے دنوں کی رعایت سے اس کارڈ کی سات تہیں ہیں اور ہر حصے میں ایک دن کی ملاقاتوں کی تفصیل اول پہر، دو پہر، سہ پہر اور شب کے حوالے سے درج ہے۔ ہر کارڈ جاپانی دستی پنکھے کی طرح کھلتا ہے اور تہ ہوتا ہے چار عدد کارڈ اس بات کی علامت ہیں کہ مہینہ بھر کا پروگرام ہے خیال تھا کہ مہینہ بھر میں یہ فرض احسن انداز میں ادا ہو جائے گا۔ مگر ایسا ممکن نہ ہوا۔ مہینہ ختم ہوا تو چار کارڈ اور مل گئے، دوسرا مہینہ گزرا تو پھر نئے کارڈ مل گئے۔ تیسرے مہینے بھی یہی ہوا ہے ملاقاتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں۔"(۱۶)

مختار مسعود نے اپنی تحریروں میں اردو اور فارسی زبان ادب کے تقابل کے ساتھ ساتھ ایرانی اور پاکستانی ادیبوں کا ہی موازانہ بھی کیا ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ جس طرح تحریک پاکستان میں کئی ادباء نے شمولیت اختیار کر کے قومی یک جہتی اور نظریہ پاکستان کو فروغ دیا۔ اس طرح انقلابی موضوعات کی نمائندگی ایرانی شعرا و ادباء میں بھی نمایاں ہے۔ جس سے عوام میں انقلاب اور اسلام کی جمہوری اقدار کے فروغ، عوام کے جذبات اور احساسات کی حقیقی عکاسی کرتے ہیں۔ جہاں مختار مسعود ایرانی ادباء شعرا کا ذکر کرتے ہیں تو ایک دفعہ پھر ماضی میں لوٹ جاتے ہیں اور سر سید، علامہ اقبال، مولانا حالیؔ، مولانا محمد حسین آزادؔ، قائد اعظم دیگر ادباء شعرا کا ذکر کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے لیے ان کی خدمات گنوائی ہیں اور اپنی کتاب "لوح ایام" میں پیش کی ہے۔ مصنف ایرانی مصنفین اور شعرا کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ایرانی مصنفین و شعرا میں جلال آل، صادق ہدایت، مرتضیٰ مظہری اور علی شریعتی نے اسلامی انقلاب کی تبلیغ کی اور عوام کی راہنمائی کے ساتھ انھیں مستقبل کے حوالے سے امید اور خوش خبری دی۔ ایرانیوں کو سمجھنا ہے تو پہلے ان کی شاعری کو سمجھنا ہو گا۔ قصیدہ کی وجہ سے ان کے مزاج میں مبالغہ آیا۔ وہ ممدوح میں ایسی ایسی خوبیاں ڈھونڈ لیں گے جو اس کی بیتوں میں بھی کہیں نہیں ملی۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہماری بیان پر دسترس دیکھو اور ماتم کرو، غزل نے انھیں رومان پسندی اور حقیقت سے فرار کا سبق دیا ہے"۔(۱۷)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25



مختار مسعود انقلاب ایران کا پاکستا کے حالات سے بڑے خوب صورت انداز میں موازانہ کرتے ہیں۔ مختار مسعود انقلاب ایران کے چشم دید گواہ ہیں کہ انقلاب انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مختار مسعود نے ان محرکات اور مضمرات کا جائزہ لیا اور پھر اس کا موازانہ تحریک پاکستان، تاریخ پاکستان، علی گڑھ تحریک کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان کے حالات واقعات کی روشنی میں ایران، پاکستان کے حالات تہذیب وتمدن، تاریخ، معاشرت اور خیالات وافکار، ایران کے حالات اس کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ مصنف تحریک انقلاب اور تحریک قیام پاکستان میں شامل تھا۔ ایران میں ایک ماہر سفارت کار اور مبصر کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں طالب علم کارکن کی حیثیت سے شامل تھا۔ مصنف انقلاب ایران کا موازانہ پاکستا سے کرتا ہے تو طنزیہ لہجہ اپناتا ہے۔ اس طنزیہ پیرائے میں بھی وطن سے دردمندانہ محبت پوشیدہ ہے اور مصنف اپنے معاشرے کی ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں پر نوحہ کناں ہے۔ اس طرح مختار مسعود نے موازانہ کے لیے جہاں طنزیہ انداز اپنایا ہے وہاں پر رمز وایمائیت سے بھی کام لیا ہے ایران اور پاکستان کے موازانے کے حوالے سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

> "مغربی دماکراسی کے بارے مین مظہری اور اقبال کے خیالات ملتے جلتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ ایک نے خچر کی مشابہت سے اور دوسرے نے گدھے کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس واضح فرق کے باوجود پاکستان نے مغربی دماکراسی کے خچر پر سواری کی ہے اور بنیادی جمہوریت کے گدھے پر بھی۔ تین چار برس اس سوار کو تیز گام گھوڑا لے کر بھاگ گیا۔ منزل ہر بار کھوٹی ہوئی، نتیجہ یہ نکلا کہ اب لوگ گھوڑے گدھے اور خچر کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ سارا الزام سواری کے جانور پر رکھتے ہیں اپنا قصور کسی کو نظر نہیں آتا۔"(۱۸)

خانہ بدوش کے بھی چار ذیلی عنوانات ہیں۔ اس حصے میں مصنف نے اپنی ایران آمد، ابیدائی حالات واقعات اور تہران کی رنگارنگی، دولت کی فراوانی، ریل پیل، تلاش مسکن اور اسی بہانے سے تہران کی گھریلو زندگی کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا اور ان تمام واقعات وحالات کو صفحہ قرطاس کیا۔ اس بارے میں مصنف لکھتا ہے:

> "سفارتی تکلفات میں گھرے ہوئے آدھا گھنٹہ سے اوپر ہو چکا ہے۔ گلدستہ وصول پایا۔ تعارف مکمل ہوا۔۔۔ اس رسمی استقبال میں ان کا سارا وقت یہ تشخیص کرتے ہوئے گزرا کہ نیا آدمی کیسا ساتھی ثابت ہو گا۔۔۔ اللہ نے چاہا تو سطح آب اور ساحل مراد پر واپسی چار سال بعد ہو گی۔"(۱۹)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

مصنف ایران کے بود و باش، تہذیب و تمدن، رہن سہن کی منظر کشی کے ساتھ ساتھ یہاں کے سفیر کا ذکر بھی کرتا ہے۔ سویڈن کے سفیر، نیوزی لینڈ کے سفیر کے بارے میں گفتگو کرتے کرتے مصنف مصطفیٰ کمال پاشا کی اصطلاحات کا تذکر کرتا ہے۔ مصنف اس بارے میں لکھتا ہے:

> "ابتلا کے اس دور میں دو بڑے سفیر مطمئن دکھائی دیے۔ ایک پاکستانی اور دوسرا ترکیہ کا۔ شہنشاہ نے پاکستان کو ایک قطعہ اراضی فرح پارک میں سفارت خانہ کی تعمیر کے لیے ہدیہ کیا۔ زمین کی قیمتیں جب آسمان سے باتیں کرنے لگیں تو وہ قطعہ فروخت کر دیا گیا۔۔۔ یہ الہیہ کے علاقہ میں واقع ایک پورا جنگل ہے جس کے گرد فصیل بنی ہوئی ہے۔ یہ تحفہ رضا خان نے اپنے پیرو مرشد مصطفیٰ کمال پاشا کو دیا تھا۔ جن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ اس نے ریگستان، نخلستان، پہاڑوں، وادیوں اور ساحلوں کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو ایک ملک کو ماڈرن بنانے کے لیے تعلیم، تنظیم اور تعمیر سے کام لیا۔"[۲۰]

مصنف کی زندگی میں کبھی کوئی روزنامچہ لکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مصنف نے روزنامچہ لکھا۔ ایک فرانسیسی اس کا محرک ہے۔ ایک ایرانی اس کا مرکزی کردار ہے۔ یہ شہنشاہ ہے اور وہ صحافی۔ روزنامچہ لکھنا مصنف کے لیے ایک نیا اور دلچسپ تجربہ ہے۔ مصنف کو خواجہ حسن نظامی کی یاد آگئی اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "مجھے بے اختیار خواجہ حسن نظامی یاد آئے۔ ایک زمانہ میں خواجہ حسن نظامی کی روزنامچے کی بڑی دھوم تھی۔ وہ منادی اخبار میں چھپا کرتا تھا۔ دھوم اگرچہ دور دور تک تھی مگر اسے شوق سے پڑھنے والے صرف پرانی دلی میں بستے تھے۔۔۔ خواجی حسن نظامی کے یہاں خیال اور عبارت دونوں میں بڑی شوخی ہے۔ سو سے زائد تصانیف ہیں۔ طرح طرح کے عنوان اور ہر طرح کے مضامین طمانچہ، بیگمات کے آنسو، یہ ان کی چند تصانیف کے اچھوتے عنوانات ہیں۔ مضامین کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ تفسیر، تصوف، تاریخ، آخری مغل بادشاہ، غدر عمر بڑھانے کے طریقے، مفلسی کا مجرب علاج ایسی کیا بات ہو گئی جو ان کے مشاہدہ میں آئے اور ان کے قلم سے بچ سکے"۔[۲۱]

"لوح ایام" سفر ایران کے مکمل ہوم ورک کتابوں کے انتخاب اور ایران پلٹ شخصیات سے مشوروں سے لے کر اپنے قیام ایران کے دوران پیش آنے والے تمام حالات و واقعات کی یاد ہے۔ ایران میں جب انقلاب

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

تب مختار مسعود وہی آر۔ سی۔ ڈی چیئر مین تعینات تھے۔ اس انقلاب کو آنکھوں سے دیکھا اس کے چشم دید گواہ ہیں اور اس کو قاری کے سامنے پیش کیا اور اس میں فلیش بیک کو عمدہ طریقے سے استعمال کیا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ کتاب مزید دل کش اور پر تاثیر ہو گئی ہے۔ ۴۹۴ صفحات پر مشتمل کتاب "لوح ایام" کا ہر صفحہ نہایت دل چسپ اور معنی خیر ہے۔ چار سالہ مدت پر پھیلی ہوئی اس داستان کو جو غم جاناں اور غم دوراں دونوں کا مرقع ہے۔ حکایتِ جہاں بھی ہے اور حدیث دل بھی اس پورے احاطہ کو تحریر میں لانا آسان کام نہ تھا مگر مصنف نے اس کو حکایت کے انداز میں اس فنکاری اور سلیقہ شعاری سے سمیٹا ہے کہ اگر دل آوز نثر نہ بھی ہوتی تو بار خاطر نہ ہوتی۔ "لوح ایام" اردو نثر میں تازہ ہوا کا جھونکا سمجھا جاتا ہے۔ اس جھونکے میں تحریک آزادی پاکستان، پاکستان، تحریک علی گڑھ، انقلاب ایران اور زبان فارسی کی خوش بو نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ مختار مسعود کے سفر نامے میں ماضی اور حال ساتھ ساتھ چلتے ہیں مسافر کی آنکھ گردو پیش میں ہونے والے واقعات پر مرکوز رہتی ہے اور اس کا ذہن ماضی کے اوراق پلٹتا رہتا ہے وہاں کے جلوس دیکھتے ہیں اور جب وہ ماضی کے جلوس دیکھے ہوئے جلوس اس کو اپنے وطن کے جلوس صاف اور واضح دکھائی دیتے ہیں۔ "لوح ایام" اردو ادب میں ایک خوش گوار اضافہ ہے جس میں ہم کو اپنی قومی بے راہ روی کا آئینہ بھی دکھایا ہے اور فکر کا احساس بھی دلایا ہے۔ مختار مسعود نے جن سیاسی و سماجی تبدیلیوں کو "لوح ایام" میں قلم بند کیا ہے وہ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس میں ایران کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر خطوں پر ابھی اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حرف شوق مختار مسعود کی چوتھی اور آخری کتاب ہے جو انھوں نے توفیق احمد خاں کے کہنے پر تالیف کی۔ اس کا چوتھا ایڈیشن ستمبر ۲۰۱۹ میں سامنے آیا اور تعداد تقریبا ۱۰۰۰ تھی جو اس کتاب کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حرف شوق مختار مسعود کا ایسا شاہ کار ہے جسے پڑھنے کے بعد علی گڑھ اور اس کے گردونواح کی ایک تصویر آنکھوں کے سامنے لہرانے لگتی ہے۔ اس کتاب کے چار ابواب ہیں: ۱۔ ماضی کے ساتھ ایک نشست ۲۔ سرسید احمد خاں کون تھے ۳۔ ماضی کے ساتھ ایک نشست ۴۔ سر سید احمد خاں کون تھے ۵۔ باعثِ تحریر ۶۔ مرحوم کے نام ایک خط: ان چاروں ابواب میں مختار مسعود نے اپنے علی گڑھ میں گزارے ہوئے لمحات اور یادیں بیان کی ہیں۔ مصنف اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک علی گڑھ میں گزرے ہوئے تمام لمحات اور واقعات اس قدر خوب صورت اور سلاست کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ قاری کے سامنے ان تمام واقعات کی تصویر لہرانے لگتی ہے۔ مختار مسعود اپنے مضمون "حرف شوق" میں

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

اس انداز سے منظر کشی کرتے ہیں کہ قاری مصنف کے ساتھ اس کے ماضی کی سیر کو نکل جاتا ہے۔مصنف نے اپنی تحریر میں اپنے احباب اور اساتذہ کی یادوں کو بھی شامل کیا ہے۔وکٹوریہ گیٹ، علی گڑھ یونین کے مباحثے،ہندو ذاتوں کا تذکرہ، علی گڑھ،عبدالرحمٰن صدیقی،سر سید احمد خان، مسلم یونیورسٹی،اسٹر یچی ہال، سید حسن ،قائدا عظم اور اسٹر یچی ہال ،سول سروس کی یادیں، فلم سنسار،اے ۔ ٹی ۔ ایم مصطفٰی، سقوطِ دہلی، تحریک علی گڑھ اور تحریک پاکستان، ایجوکیشنل کانفرنس، فورٹ ولیم کالج وغیرہ شامل ہیں۔

وکٹوریا گیٹ مسلم یونیورسٹی کے صدر دروازے کا نام ہے ۔مختار مسعود نے حرف شوق کے پہلے باب میں اس کا ذکر کیا ہے ۔اس کے متعلق تفصیلات بتائیں ہیں۔بناوٹ اور نام رکھنے کی وجہ بھی قاری کے گوش گزار کی ہے۔اس کے متعلق لکھتے ہوئے مصنف کا ذہن ماضی کی وادیوں میں بھٹک جاتا ہے۔ خواجہ احمد عباس کی یونیورسٹی آمد کے متعلق کہتے ہیں:

> "ایک دن یونیورسٹی میں یہ خبر خوب پھیلی کہ خواجہ احمد عباس بمبئی سے آ چکے ہیں اور ان کی فلمی یونٹ بھی ان کے ساتھ ہے۔وہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق دستاویزی فلم بنانا چاہتے ہیں۔یہ جوش و خروش بے وجہ نہ تھا۔ان کی شخصیت ہمہ صفت موصوف کے مصداق اور ان کا خاندان ہمہ خانہ آفتاب کی طرح تھا" (۲۲)

مصنف نے اپنی تحریر میں ہند ذاتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ان کے درمیان ذات کے لحاظ سے کیا جانے والا فرق بڑے احسن طریقے سے بیان کیا ۔مصنف نے ہندو دھرم میں نچلے طبقے سے روا رکھی جانے والی زیادتیوں کو بھی آشکار کیا ہے۔ان کے ساتھ کیا جانے والا ناروا سلوک بیان کیا ہے۔ہندو ذاتوں کو الگ الگ اور بہترین طریقے سے بیان کیا ہے۔اس تحریر میں ہندوؤں کی چار ذاتیں یعنی برہمن ، چھتری (کشتری) ویش اور شودر کا ذکر کیا ہے۔اس تحریر میں مصنف ہندوؤں کے لیڈروں کے متعلق کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> "مدراس کے اچھوت لیڈر اور امبیدکر کے سیاسی ہم سفر ایم-سی راجہ نے مرنے بڑے کی وجہ سے گاندھی جی کی حالت خراب ہوتے ہوئے دیکھی تو امبیدکر کو سمجھایا ۔ہزار ہا سال سے ہمیں اچھوت سمجھا جا رہا ہے۔ہمیں پاؤں تلے روندا جا رہا ہے،خواری ہمارا مقدر ہے ،ہم سے نفرت کی جاتی ہے،مہاتما نے ہماری خاطر جان کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

بازی لگائی۔اگر اس میں پرت کی وجہ سے ان کا دیہات ہو گیا تو شوہروں کی کم بختی آ جائے گی۔۔"(۲۳)

مصنف کی زندگی علی گڑھ کے گلی کوچوں میں کٹی ہے ۔ان کا بچپن ، لڑکپن اور جوانی کا ایک طویل عرصہ علی گڑھ کی زمین پر چلتے پھرتے گزرا ہے۔ حرف شوق میں مصنف بڑی خوب صورتی کے ساتھ علی گڑھ میں بتایا ہوا اپنا ہر ایک لمحہ اپنی کہانی کی زینت بناتے ہیں ۔کہانی کے شروع میں ہی مصنف قاری کو اپنی یادوں کے جھرونکوں میں بہا لے جاتے ہیں اور اپنی رہائش گاہ پر لے جا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔مصنف کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلم یونیورسٹی کی سڑکوں کا نام و نشان نہیں تھا۔۔۔بیسویں صدی میں جنم لینے والی دوسری نسل کے بچے ان ہی کھنڈروں میں جوان ہوئے۔میں اس گروہ میں شامل تھا"۔ (۲۴)

مصنف نے اپنی تحریر میں عبدالرحمن صدیقی کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہےاور ان کا بہترین خاکہ کھینچا ہے۔مصنف نے عبد الرحمن صدیقی کو کچھ اس طرح سے بیان کیا کہ قاری یہ تحریر پڑھتے ہوئے ایک صدی پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ماضی کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔مصنف عبدالرحمن صدیقی کے بارے میں کہتے ہیں:

"وہ معزز،بے ریا تھا ،شہرت کی تمنا نہ ہی عروج کا متلاشی،سادگی اور سچائی اس کی پہچان تھی۔وہ اپنی حیات چند روزہ کو مسلمانانِ برطانوی ہند کے لیے صرف کر گیا تھا۔لوگ اسے عبدالرحمن صدیقی کے نام سے جانتے تھے۔بہت وقت قبل اسٹریچی ہال میں اس کی تقریر سنی تھی۔اس کی تقریر میں جذبات کی گہرائی بھی تو دلائل کے ساتھ طنز بھی۔ "۔(۲۵)

سر سید احمد خان مصنف کیلئے نہایت اہمیت کی حامل شخصیت تھے۔مصنف نے سر سید کی شخصیت کا خاکہ نہایت خوب صورتی سے کھینچا ہے ۔سر سید احمد خان کی یادیں مصنف کی تحریر میں رچی بسی ہیں ۔مصنف نے جس انداز سے اور خوب صورت الفاظ سے سر سید احمد خاں کی شخصیت کو بیان کیا ہے اس سے مصنف کی سر سید احمد خاں سے محبت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ان کی شخصیت کی خوبیوں کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25



بہترین الفاظ کا جامہ پہنا کر مصنف نے اپنی تحریر میں شامل کیا ہے۔مصنف سر سید کی ذات اور ان کے کارناموں کو ایسے صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے ہیں کہ اس دور کی تصویر سامنے لہرانے لگتی ہے ۔ایک جگہ مصنف سر سید احمد خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "سر سید ایک معالج اور مصلحت تھے۔"میرا سر سید معمولی آدمی نہیں ہے۔کشادہ ذہن ،اصلاح کرنے والا ،دردمند،بے تابانی،ان تھک۔ انجمن و نادر اداروں کا بانی،منتظم،مصنف،مترجم،مفکر ،مفکر،پرانی عمارات کا قدر کرنے والا ،نئی عمارتیں بنانے والا ۔۔۔مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سے سیاسی جماعت کا کام لینے والا۔"(۲۶)

مختار مسعود اپنی تصنیف " حرفِ شوق " میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے جڑی یادوں کو بیان کرتے ہیں۔اس یونیورسٹی میں گزارے ہوئے حسین لمحات کی یادوں کو الفاظ کے موتیوں میں پرو کراپنی تحریر میں اس طرح سے سجایا ہے کہ قاری کو مسلم یونیورسٹی کے در و دیوار اپنی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اسی طرح مصنف مسلم یونیورسٹی کی کچھ یادیں اپنی کتاب کے تیسرے باب "باعث تحریر " میں شامل کرتے ہیں۔مصنف لکھتے ہیں:

> " پروفیسر ریاض الدین خان شیروانی نے جو مسلم یونیورسٹی اور خانوادہ بھیکم پور کی دہری علمی روایت کے باوقار امیں ہیں۔کسی ضرورت کے تحت لاہور سے شائع ہونے والے بچوں کے رسالے کے مدیر کو ایک خط لکھا۔اس میں میرے لڑکپن اور دور طالب علمی کا ذکر ہے۔خط لکھنے والے نے اس زمانے کی پیش بینی اور قیاس آرائی کا دور حاضر سے مقابلہ کرتے ہوئے ایک معاملہ میں جوان کے لیےبالکل غیر متوقع تھا۔کھل کر اپنی بے خبری اور حیرت کا اظہار کیا تھا۔مدیر نے وہ خط مجھے بھیج دیا۔"(۲۷)

مصنف نے اپنی تحریر میں اسٹریچی ہال کو بارہا بیان کیا ہے۔گویا مصنف کی کتاب کا پہلا حصہ "ماضی کے ساتھ ایک نشست " اسٹریچی ہال کی یادوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے کی تقریبا ساری کہانی ہی اسٹریچی ہال کے گرد گھومتی ہے۔مصنف اپنی تحریر میں اسٹریچی ہال کے بننے سے لے کر اس میں پیش آنے والا ہر واقعہ اور ہر تقریب اپنی تحریر میں شامل کرتے ہیں۔اسٹریچی ہال کے نام کی نسبت کی اگر

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

بات کی جائے تو یہ نام پانچ علیگ اسٹریچیوں کے نام پر رکھا گیا ہے۔مصنف نے اپنی تحریر میں ان پانچوں اسٹریچیوں کا ذکر کیا ہے۔اسٹریچی ہال کی تعمیر اور اس کی سنگ بنیاد کا واقعہمصنف کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"ایک دن اسٹریچی ہال کی تعمیر کا فیصلہ ہوا۔دوسرے دن لارڈلسٹن نے کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ تیسرے دن سر جان اسٹریچی نےاسی جگہ کالج ہال کی بنیاد رکھی۔چوتھے روز تعمیرات کا آغاز ہوا۔پانچ دن ہوئے تو ہال کا افتتاح ہو گیا۔دنیا چھ دن میں بنی تھی۔اسٹریچی ہال جو اپنی نوع کی ایک دنیا ہے،پانچ دن میں بنا تھا۔یہ پانچ دن نومبر ۱۸۷۵ءسے نومبر ۱۸۹۴ءتک پورے انیس آزردہ اور صبر آزما برسوں کا احاطہ کرتا ہے"۔(۲۸)

مصنف اپنی تحریر میں بہت سارے ادبی ذوق رکھنے والے اور دیگر اعلی عہدے داروں کا ذکر کرتے ہیں۔ان تمام شخصیات کے تعارف اور خصوصیات کو بہترین الفاظ میں اپنی تحریر کی زینت بناتے ہیں۔انھیں شخصیات میں سے ایک شخصیت سید حسن کی بھی ہے۔مصنف سید حسن سے بھی کافی حد تک متاثر نظر آتے ہیں۔دید حسن کا تعارف بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

"سید حسن کے والد نواب سید محمد تھے۔بنگال کے مشہور سیاست دان نواب عبداللطیف ان کے نانا تھے۔اسی طرح بیگم شائستہ اکرام اللہ ان کی بھانجی تھیں۔سید حسن نے علی گڑھ سے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ایف۔اے کے بعد بنگال واپس چلے گئے"۔۔۔(۲۹)

مصنف نے اپنی تحریر میں قائداعظم محمد علی جناح کی حسین یادیں اور ان کے علی گڑھ میں گزرے ہوئے وقت کو بیان کیا ہے۔علاوہ ازیں قائد کی تقاریر اور پاکستان کو وجود میں لانے کی جدوجہد کو بھی مصنف نے اپنی تحریر میں شامل کیا ہے۔مصنف لکھتے ہوئے ماضی میں چلے جاتے ہیں اور قائد ملت کی یاد کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"مجھے قائداعظم کی حیات کے آخری دس سالوں میں سنگ میل اپنی نوجوانی اور لڑکپن کے حوالے سے یاد آرہے ہیں۔ایک وہ جب انھوں نے اس دور کی پہلی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

تقریر(۱۹۳۸) اسٹریچی ہال میں کی تھی اور دوسرا جب انھوں نے اسی ہال میں اپنی آخری تقریر(۱۹۴۴) کی تھی۔"(۳۰)

مصنف نے اس تحریر میں سول سروس کی یادوں کو بھی شامل کیا ھے۔ان یادوں میں مصنف نے سروس کھ دوران لے لمحات بیان کیے ہیں۔اپنے ساتھ کے لوگوں کے ساتھ گزارے ہوئے پل بیان کئے ہیں۔مصنف لکھتے ہیں:

"سول سروس میں شامل ہمارے بنگالی ساتھی واحد بخش قادری کے نزدیک جانے سے گھبراتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ ڈپٹی سیکرٹری شعبہ انتظام عملہ ESTABLISHMENTنے عزیز احمد (چیف سیکرٹری ) کو اپنا ماڈل بنا لیا ہے لہذا وہ عوام اور زمینی حقائق سے بہت دور ہو گئے ہیں۔مجھے ظفر الحسن کی یاد آئی ۔علیگ اور آئی سی ایس،خوش مزاج اور خوش انتظام ۔آزادی کے بعد جن دونوں وہ لاہور کے ڈپٹی کمشنر تھے اس شہر میں مشرقی پنجاب سے تباہ و برباد ہو کر آنے والے ان گنت مہاجر موجود تھے۔ظفر الاحسن سائل کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ،توجہ سے بات سنتے،پھر اس کو SIR کہہ کر مخاطب کرتے اور تسلی دیتے۔"(۳۱)

مصنف نے اپنی تحریر میں خواجہ احمد عباس کی فلم سنسار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔فلم سنسار اس دور کی عکاسی کرتی ہے۔خواجہ صاحب کے متعلق منصنف نے تحریر کیا ہے کہ آپ ادب ، صحافت ،ڈراما ، فلم اور سوشلزم سے وابستہ تھے۔ فلم سنسار میں خواجہ احمد عباس نے انقلاب کے بارے میں لکھا تھا۔اس متعلق ان کا مزید کہنا ہے:

"خواجہ صاحب کی ایک مشہور فلم کا نام 'نیا سنسار 'تھا۔'نیا سنسار' وہی نئی دنیا اور وہی سرخ سویرا تھا جس کا خواب بائیں بازو کا ہر دانش ور روسی انقلاب کے بعد سوتے جاگتے دیکھتا تھا۔فلم کا ہیرو اشوک کمار بہ یک وقت ایلی زولا،والٹر ،لیں اور خواجہ احمد عباس کا ایک خیالی پیکر بنا ہوا تھا۔یوں لگتا جیسے اشتراکی انقلاب برپا کرنے کے لیے صرف ایک چھاپے کی مشین اور ایک خوش شکل اور زود نویس صحافی درکار

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے ۔باقی سارے کام خود بخود ہو جائیں گے۔۔۔۔'نیا سنسار 'بنانے والے کی توقع
یہ تھی کہ ڈھائی گھنٹے کی فلم ختم ہونے تک ہر تماشائی انقلابی بن جائے گا۔"(۳۲)

مصنف نے اپنی تحریر میں دہلی کے زوال کا واقع بھی بیان کیا ہے۔جسے سقوط دہلی بھی کہا جاتا ہے۔مصنف دہلی کے زوال کا زمانہ سر سید کے زمانے سے جوڑتے ہیں۔دہلی کے زوال کا زمانہ سر سید کے زمانے سے جوڑتے ہیں۔دہلی کے زوال کا واقع مختصر الفاظ سے کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"۱۷۵۷ میں بنگال (بہ شمول بہار اور اڑیسہ ) کی دیوانی کا انتظام ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا۔۱۸۰۳ میں انگریزوں کا آگرہ اور دہلی پر قبضہ اور نا بینا مغل بادشاہ کا ہندوستان کی دیوانی، کمپنی بہادر کے نام لکھ دینا ۔۱۸۳۱ میں بالا کوٹ کی ہزیمت ۔۱۸۵۷ میں بغاوت ہند۔"(۳۳)

مصنف نے اپنی تحریر میں تحریک علی گڑھ اور تحریک پاکستان کا واقعہ بھی بیان کیا ہے ۔اس واقعہ میں مصنف نے تحریک علی گڑھ اور تحریک پاکستان کو مسلمانوں کی تاریخ کے اہم موڑقرار دیا ہے۔یہ تحریکیں مسلمانوں کے زوال کے بعد چلیں ۔مسلمانوں نے اپنے حق کے لیے آواز اٹھائی ۔چناں چہ اس ضمن میں مصنف لکھتے ہیں:

"۱۸۵۷ اور ۱۹۴۷ کے سال بر عظیم کے مسلمانوں کے لیے اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ درمیانی فاصلہ مسلمانوں نے دو تحریکوں کی اعانت سے بخیر وخوبی پار کیا تھا ۔ ایک تحریک علی گڑھ اور دوسری تحریک پاکستان۔"(۳۴)

مصنف نے تحریک پاکستان اور تحریک علی گڑھ کے دوران ہونے والے جلسے اور جلوسوں کو مختصر انداز میں بیان کیا ہے۔مختار مسعود پاکستان کے موجودہ حالات کا تذکرہ کرتے ہیں تو بار بار پیچھے مڑ کر علی گڑھ اور تحریک پاکستان کی طرف دیکھتے ہیں اور ان رہنموں کا ذکر کرتے ہی جو اس ابتدا کے دور میں نہ صرف ثابت قدم رہے بل کہ آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا استعارہ بنے ۔ مصنف لکھتے ہیں:

"دسمبر ۱۸۸۶ میں ایجوکیشنلکانفرنسقائم کی گئی۔محمد حیات خاں نے اس نئی انجمنکے قیام میں سر سید کا ساتھ دیا اور دوائی بار سالانہ اجلاس کی صدارت کا اعزاز حاصل کیا۔"(۳۵)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25



جس طرح مصنف نے اپنی تحریر میں علی گڑھ کالج کی دیگر یادیں بیان کی ہیں اسی طرح اپنی داستان میں انھوں نے فورٹ ولیم کالج کو بھی یاد رکھا ہے ۔اردو نثر کے لیے اس ادارہ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔مصنف نے اپنی تحریر میں فورٹ ولیم کالج کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔مصنف اپنی تحریر میں فورٹ ولیم کالج کے منشیان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "یہ ہمارے منشیان فورٹ ولیم کالج کم از کم دیباچہ اور مقدمہ کی حد تک بڑے عجز اور انکسار سے کام لیتے تھے۔اپنی ذات میں سو عیب نکالتے اور اپنی تحریر میں ہزار کیڑے ڈالتے ۔کم مائیگی اور کم سختی کا رونا روتے۔پھر جا کر کہیں دعوی کرتے کہ یہ کتاب میں نے لکھی یا ترجمہ کی ہے۔اپنی نفی کرتے ہوئے کہتے،ہیچ مداں ( جسے کچھ بھی نہ آتا ہو) ،پنبہ بہ دہان( مصنف کا منہ اس طرح بند ہے جیسے کارک کی دریافت سے پہلے جو بوتل کا منہ روئی کی ڈاٹ سے بند کرتے تھے) ،کن مج بیاں(جو صاف نہ بول سکے) ،مقلد گزشتاں ( لکیر کا فقیر) ۔۔۔۔۔۔۔"(۳۶)

مصنفین اور منشیان کے حوالے سے بتانے کے بعد مصنف اپنی تحریر میں فورٹ ولیم کالج کے رستے میں آنے والی مشکلات کو بیان کرتے ہیں۔کالج کے بند ہونے کی وجوہات اور کمپنی کے راج کی وجہ سے کالج کو ہونے والی رکاوٹ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "فورٹ ولیم کالج ابھی چلنے ہی نہ پایا تھا کہ وہ عملی طور پر بند کر دیا گیا ۔برعظیم کے جتنے حصے پر کمپنی کا راج تھا اسے تین پریسڈنی علاقوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔بنگال ، مدراس اور بمبئی ۔ کمپنی کا جو عملہ بہلی بری ،انگلستان سے بھیجا جاتا اسے ان تین علاقوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔کالج کو دوبارہ منظم کرنے کے بعد بنگال سروس کے عملہ کو مقامی زبانوں سے بہرہ مند کرنے کی ذمہ داریاں اسے سونپی گئیں۔ اس طرح نہ صرف مکمل انتظامی تربیت کا پروگرام فورٹ دلیل کالج سے واپس لے لیا گیا بل کہ مقامی زبانوں کی تربیت کا کام بھی ایک تہائی عملی یعنی صرف بنگال پریسڈنی کھ ملازمین تک محدود کر دیا گیا۔"(۳۷)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

نامور ادیب مختار مسعود کی کتاب " حرف شوق " کے بارے میں جو مباحث کیے گئے ہیں اس سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب پڑھ کر قاری کا دل و دماغ روشن ہوتا ہے ۔ تاریخ کے گمشدہ گوشے اس کے سامنے عیاں ہوتے ہیں ۔ حرفِ شوق اردو ادب کا وہ کارنامہ عظیم ہے جس کے ذریعے مستقبل کی راہوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔حرف شوق بظاہر تو ان کی یادداشتوں کا ایک مجموعہ ہے ، جس میں وہ زیادہ تر سرسید احمد خان کا مقدمہ لڑتے نظر آتے ہیں ۔علی گڑھ،فورٹ ولیم کالج ، مسلم یونی ورسٹی سب کا ذکر ملتا ہے۔اس کے شانہ بشانہ ہمیں فلسفہ سیاسیات ، تاریخ ، معاشیات ، ادبیات ، دینیات ، نفسیات حتیٰ کے سائنسی علوم تک نظر آتے ہیں ۔ مختار مسعود کی شخصیت اور فن کی تفہیم کے لیے " حرف شوق" ایک خوب صورت راستہ ہے، جس پر چل کر ہمیں مختار مسعود کی زندگی کے حسین گوشوں تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے ۔ "حرف شوق" کے آخر میں ایک مختصر سا اختتامیہ ہے جس کا نصف حصہ مختار مسعود کی قلم کی تخلیق کا حصہ ہے اور باقی نصف ان کی اہلیہ محترمہ کی قلم کی تخلیق ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی (توضیحی) لغت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۹۳
۲۔ اردو ادب، فیس بک پیج، فلیش بیک تکنیک، ویب سائیڈ، دورہ بتاریخ ۲۸ اپریل ۲۰۲۳ء
۳۔ مختار مسعود، لوح ایام، فائنس بکس پرنٹرز، ۲۰۱۸ء، ص ۱۳
۴۔ ایضاً، ص ۳۱
۵۔ ایضاً، ص ۳۵
۶۔ ایضاً، ص ۳۷
۷۔ ایضاً، ص ۴۰
۸۔ ایضاً، ص ۳۵۲
۹۔ ایضاً، ص ۴۸۷
۱۰۔ ایضاً، ص ۳۰
۱۱۔ ایضاً، ص ۳۹۳
۱۲۔ ایضاً، ص ۴۰۵

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۳۔ ایضاً، ص ۸۴-۸۵

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۹۳

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۵

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۳۶

۱۸۔ ایضاً، ص ۶۷

۱۹۔ ایضاً، ص ۷۵

۲۰۔ ایضاً، ص ۸۳

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۲۲۔ مختار مسعود، حرف شوق، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۲۴

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً، ص ۸۷

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۳

۲۶۔ ایضاً، ص ۳۲

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۰

۲۸۔ ایضاً، ص ۲۷۵

۲۹۔ ایضاً، ص ۳۷۹

۳۰۔ ایضاً، ص ۳۳

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۳۴

۳۳۔ ایضاً، ص ۱۳۶

۳۴۔ ایضاً، ص ۴۶۴

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۷۳

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-25

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۸۳